تقریر

تقریر بابت رمضان المبارک
وقت 5-7 منٹ

ماہِ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید مناؤ اور اگر دھند یا بادل کی وجہ سے انتیس کو چاند نہ دیکھ سکو (یا چاند اُس روز ہوا ہی نہ ہو) تو شعبان اور اِسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ مسلم میں روایت ہے کہ اگر تم بادل کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 272)

سن رہا ہوں قدمِ مالکِ تقدیر کی چاپ
آ رہے ہیں مری بگڑی کے بنانے والے

سامعین کرام آئیں! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

مشینی ذرائع سے چاند دیکھنا

سامعین! آجکل چاند جدید سائنسی آلات کی مدد سے بھی دیکھا جاسکتا ہے بلکہ ایسے ذرائع بھی دریافت ہوگئے ہیں جن کی مدد سے چاند کی عمر کا حساب لگایا جاتا ہے لہٰذا ایک ماہ قبل ہی بتایا جاسکتا ہے کہ آیا چاند انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا۔

اِس بابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا ''مَنْ شَهِدَ مِنْكُمْ'' کے تابع ہوگا یا نہیں ہوگا؟ اگر ہو تو پھر دیکھنا متروک ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہو لیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ تو کیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دَور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر ردّ ہو جائے گا؟ یا پہلے دَور کا عمل جاری رہے گا۔ اور مشینی دَور کا عمل متروک سمجھا جائے گا؟ یہ بحث ہے جو بہت سے لوگوں کو اُلجھن میں مبتلا رکھتی ہے۔ حالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرّہ برابر بھی کوئی اُلجھن نہیں۔ اُلجھن لوگوں کی نافہمی اور نا سمجھی میں ہے۔ ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دَور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ ''مَنْ شَهِدَ'' کے تابع رہتا ہے اور جہاں ''مَنْ شَهِدَ'' سے ہٹتا ہے وہاں اس پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آچکا ہے۔ لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظر سے دیکھا جاسکتا ہو۔ اس لئے سائنسدانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگر آپ اچھی طرح ان سے جستجو کرکے بات پوچھیں تو وہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو! یہ تو ہم یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہوگا۔ یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہوگا، لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لو کہ اگر موسم بالکل صاف ہو اور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر مزید چاہئے اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔ اگر وہاں تک پہنچے تو پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی ...... کیونکہ جتنا وہ نکل کے اونچا جاتا ہے اس طلوع

سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے اور زمین کے قریب کی فضا اس کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے عین نشانہ پر پتہ ہو کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کر دیکھیں آپ کو ایک ذرہ بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ تو شَھِدَ کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

شَھِدَ کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے، جو دیکھ لے، جو پالے، مگر سائنسدان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے۔ یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے ایسے افق سے اونچا ہو چکا ہو جو افق چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے۔ اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو۔ پھر بادل ہوں تو الگ مسئلہ ہے، لیکن اگر بادل نہ ہوں تو لازماً ننگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ تو پھر شَھِدَ مِنۡكُمُ کا حکم صادق آگیا کیونکہ شَھِدَ میں ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔ کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ ننگی آنکھ سے دیکھ سکے وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر صادق آئے گا اور وہ لوگ جن کا افق ایک ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

تو اس لئے وہ جھگڑے کہ اب اکٹھی کیسے عید کی جائے یا اکٹھا رمضان کیسے شروع کیا جائے، یہ جھگڑے تو اس دور میں ختم ہو چکے ہیں اور اگر ہیں تو ان لوگوں نے پیدا کئے ہیں جو بے وجہ ناسمجھی سے اختلاف کرتے ہیں۔ پس یہ جو نظارے یہاں دکھائی دیتے ہیں کہ ایک ہی ملک میں ایک عید آج ہو رہی ہے، ایک کل ہو رہی ہے، ایک پرسوں ہو گی یہ قرآن کریم کے بیان کا ابہام ہرگز نہیں ہے۔ قرآن کریم کا بیان بیّنات میں سے صاف کھلا کھلا ہے۔ اگر اس پر چلیں تو یہ ناممکن ہے کہ یہ اختلاف ہوں یا ننگی آنکھ سے چاند نظر آئے گا یا آلات کے ذریعہ آئے گا اور دونوں ایک دوسرے پر بالکل چسپاں ہوں گے اور ان کے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ہو گا۔ سائنسی فتویٰ بعینہٖ وہی ہو گا جن شرائط کے ساتھ میں بیان کر رہا ہوں جو ننگی آنکھ سے دیکھنے کا فتویٰ ہے۔ تو اس لئے یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مُسَخَّر فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آرہی ہیں ان کو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہئے۔"

(الفضل انٹرنیشل یکم تا7/ نومبر2002ء صفحہ 7)

سحری سے متعلقہ مسائل

حضورؒ فرماتے ہیں:

"ایک حدیث ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر ایجاب... حدیث نمبر:1923)

یہ جو سحری کی برکت ہے یہ تو ہم نے روزمرہ گھروں میں اس طرح بھی مشاہدہ کی ہے کہ وہ بچے جو روزہ نہیں بھی رکھ سکتے وہ بھی سحری کے شوق میں اٹھ جاتے ہیں یعنی تہجد کے وقت اٹھتے ہیں حالانکہ روزمرہ اُن کے لئے نماز بھی فرض نہیں اور نماز کے لئے اٹھنا فرض نہیں ہے مگر سحری میں ایک ایسی برکت ہے کہ اس کا شوق پھیل جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی کہتے ہیں ہمیں سحری کے وقت ضرور جگانا اور ساتھ اگر کوئی سویّاں وغیرہ بھی ہوں کوئی میٹھی چیز ہو تو اور بھی خوش ہوتے ہیں۔ تو ان بچوں کی خاطر اپنی سحری میں کچھ اچھی میٹھی چیزیں بھی شامل کر لیا کریں تا کہ بچوں کو بچپن ہی سے عادت پڑ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ سحری کھایا کرو کہ سحری میں برکت ہے اس ہدایت کے بھی ہر پہلو پر عملدرآمد ہو۔"

(خطبہ جمعہ 25/ دسمبر1998ء)

سحری کے وقت نوافل کی عادت ڈالی جائے؟

فرمایا:

"رمضان کے روزوں کے سلسلے میں... بچوں کو سحری کے وقت اٹھا کر کھانے سے پہلے کچھ نوافل پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ قادیان میں یہی دستور تھا جو بہت ہی ضروری اور مفید تھا جسے اب بہت سے گھروں میں ترک کر دیا گیا ہے۔"

(الفضل 3/ اپریل 1991ء)

افطاری کے مسائل

فرمایا:

”حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ روزہ کھولنے میں (یعنی غروبِ آفتاب کے بعد) جلدی کریں گے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم باب تعجیل الافطار، حدیث نمبر:1957)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سورج ڈوب بھی جائے تو جب تک سورج کے بعد میں رہنے والی سرخی مکمل طور پر زائل نہ ہو جائے اور بعض لوگ کہتے ہیں جب تک وہ سفیدی میں تبدیل نہ ہو جائے، اس وقت تک روزہ نہیں کھولنا چاہئے۔ یہ شیعہ مسلک ہے اور ہو سکتا ہے بعض سُنّی بھی اس مسلک پر عمل پیرا ہوتے ہوں مگر پوری حد تک نہیں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی ارشادات کی روشنی میں روزے کو سختی نہیں فرمایا سہولت فرمایا ہے۔ پس جب سورج غروب ہو جائے تو جس وقت اس کا رم، اس کا کنارہ نظر سے نیچے اُتر جائے وہ ڈوب چکا ہو اسی وقت روزہ کھول لینا چاہئے، ایک منٹ کی تاخیر بھی مناسب نہیں کیونکہ اللہ نے جو سہولت کا وقت مقرر فرمایا تھا اس سے انکار کرنا گویا کہ زبردستی اللہ تعالیٰ پر اپنی نیکی ٹھونسنے والی بات ہے۔ اللہ سے اس معاملہ میں کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جہاں اللہ نے سہولت دی، سہولت کو اختیار کر لو، جہاں خدا نے سہولت سے ہاتھ کھینچا وہیں اپنا ہاتھ بھی اس سہولت سے کھینچ لو۔“

(خطبہ جمعہ 25/دسمبر 1998ء)

روزہ افطار کرنے کا صحیح وقت کیا ہے؟

فرمایا:

”سُنّیوں میں بہت سے فرقے ایسے ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد فوری طور پر افطار کرنا چاہئے دیر کرو گے تو تمہارا روزہ مکروہ ہو جائے گا اس سلسلے میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ ایک حدیث قدسی ہے... یہ ترمذی ابواب الصوم میں درج ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سب سے پیارے بندے وہ ہیں جو افطاری کے وقت سب سے جلدی افطاری کرتے ہیں... دوسری حدیث بخاری کتاب الصوم سے لی گئی ہے سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ افطار کرنے میں جب تک لوگ جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔ پھر سنن ابی داؤد کتاب الصوم میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے کیونکہ یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔ مسلم کتاب الصیام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دن چڑھ جائے اور رات آجائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرو حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس سفر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا غروب آفتاب کے بعد حضور نے ایک شخص کو افطاری لانے کا ارشاد فرمایا اس شخص نے عرض کی کہ حضور ذرا تاریکی ہو لینے دیں آپؐ نے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔ اس نے پھر عرض کی کہ حضور ابھی تو روشنی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا افطاری لاؤ وہ شخص افطاری لایا آپؐ نے روزہ افطار کرنے کے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی جانب سے اندھیرا اٹھتے دیکھو تو افطار کر لیا کرو۔“

(مجلس عرفان۔ الفضل 13/اپریل 2000ء)

سامعین! کسی بچے نے حضورؒ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے روزہ کیوں کھولتے تھے؟ تو آپؒ نے فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور پسند تھی اور عربوں میں تو ویسے رواج زیادہ کھجور ہی کا تھا اور دوسرے یہ بات یاد رکھو کہ کھجور کے اندر غذائیت بڑی ہوتی ہے بہترین چیز ہے روزہ کھولنے کے لئے دودھ اور کھجور۔ ہم بھی اس سنت کو پورا کرنے کے لئے جب بھی روزہ کھولیں پہلے کھجور سے کھولتے ہیں۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 4/فروری 2000ء صفحہ 3)

افطار پارٹیوں کے انعقاد کے متعلق فکر انگیز ہدایت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں فرماتے ہیں۔

”افطاری کی دعوتوں سے متعلق مَیں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ افطاری ایک تو انسان بنا کر کسی دوسرے کے گھر بھجوا دیتا ہے تاکہ اُس دن دعا میں اُن کو بھی شامل کر لیا جائے۔ وہ دیکھیں کہ فلاں نے ہم سے اتنا پیار اور محبت کا سلوک کیا تو رمضان کی دعاؤں میں ایک یاددہانی کا کام بھی دیتی ہے افطاری۔ مگر جب آپ افطاری کی دعوتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ بالکل برعکس نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ بجائے اِس کے کہ روزہ کھول کر انسان ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو قرآن کریم کی تلاوت کرے جو تراویح پڑھتے ہیں وہ تراویح کے لئے تیار ہو کر جائیں اِس کی بجائے مجلسیں لگ جاتی ہیں جو بعض دفعہ اتنی لمبی چل جاتی ہیں کہ عبادتیں بھی ضائع ہونے لگتی ہیں اور اگر اُس دن کی عشاء کی نماز پڑھ بھی لیں وقت کے اوپر تو دوسرے دن کی تہجد کی نماز پر اثر پڑ جائے گا... رمضان کے مہینے میں یہ مشاغل کرنا اس قسم کے یہ میرے نزدیک رمضان کے مقاصد سے متصادم ہے، اس سے ٹکرانے والی بات ہے... مجالس وہی ہیں جو ذکر الٰہی کی مجلسیں ہیں اور افطاری کی مجلسوں کو میں نے کبھی بھی ذکر الٰہی کی مجلسوں میں تبدیل ہوتے نہیں دیکھا۔ پھر وہ سجاوٹ کی مجلسیں بن جاتی ہیں اچھے کپڑے پہن کر عورتیں بچے جاتے ہیں وہاں پھر خوب گپیں لگائی جاتی ہیں، کھانے کی تعریفیں ہوتی ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسرے دن اپنی تہجد کو ضائع کر دیتے ہیں اور پھر بے ضرورت باتیں بہت ہوتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ جنوری 1997ء)

تراویح اور اُس کی رکعات کے متعلق مسائل

سامعین! حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے تراویح کے بارے میں تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”تراویح سے متعلق اور کتنی رکعتیں ہونی چاہئیں اس مسئلہ کو اب مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ آج کل یہاں اس مسجد میں بھی تراویح ہو رہی ہیں اور دوسری مساجد میں بھی ہو رہی ہیں۔ تراویح کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری کی تھی ان کسانوں اور مزدوروں کی خاطر جو صبح نہیں اٹھ سکتے تھے تاکہ رات ہی کو وہ کچھ تراویح پڑھ کر اور تہجد میں شامل ہو جائیں لیکن یہ بات درست نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تراویح کی کچھ صورتیں مروی ہیں اور ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس سنت کا آغاز کیا پھر اس کو روک لیا۔ یہ وہ چند حدیثیں ہیں جو مَیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی تو لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ نے اگلی رات بھی نماز پڑھی تو لوگ اور بھی زیادہ ہو گئے۔ پھر تیسری یا چوتھی رات بھی لوگ جمع ہوئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف باہر تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں نے دیکھا جو تم نے کیا اور مجھے تمہارے پاس (نماز کے لئے) آنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے۔“

(راوی کہتا ہے) یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب التحریض علی الصلاۃ فی اللیل... حدیث نمبر: 1129)

پس تراویح کا آغاز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا لیکن اس ڈر سے کہ کہیں اُمّت پر بوجھ نہ بن جائے اسے روک دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب دیکھا کہ اسلام پھیل گیا ہے اور لوگ اپنی اپنی ٹولیوں میں مسجد کے مختلف کونوں میں تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ کتنا اچھا ہو کہ ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے۔ تو اس طرح باقاعدہ باجماعت تراویح کا آغاز حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔

تراویح کی رکعات کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ گواہی بہت اہم ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبیؐ باللیل فی رمضان وغیرہ، حدیث نمبر: 1147)

اس میں آٹھ رکعت تراویح (یا تہجد) اور تین وتر شامل ہیں۔ جماعت احمدیہ کا بھی یہی معمول ہے کہ ہم آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، لیکن اگر کوئی زیادہ پڑھنا چاہے تو اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ یہ نفل عبادت ہے...... گیارہ رکعتیں ہم پر فرض ہیں ان معنوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدگی سے گیارہ ہی رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور مولویوں نے جو بعض نے بیس اور بعض نے پچاس یا سو یا پانچ سو رکعتیں بنا دی ہیں اور عجیب و غریب روایتیں مشہور کر رکھی ہیں یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں

ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی گیارہ کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی تفصیل کیا ہے مَیں آگے جا کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اور پھر چار رکعت پھر تین وتر والی۔ اس سے شبہ پڑتا ہے کہ چار رکعتیں اکٹھی پڑھتے تھے اور پھر چار رکعتیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ یہ محض شبہ ہے یہ درست نہیں کیونکہ دوسری روایت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ دو دو کر کے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ اس چار سے مَیں یہ مفہوم سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ پہلے دو دو کر کے چار نفل پڑھ کے تھوڑا سا وقفہ فرما لیتے ہوں پھر کھڑے ہو کر دو دو پڑھ کر چار نوافل پورے کرتے ہوں پھر تھوڑا سا وقفہ پھر دو رکعتیں پڑھ کر ایک رکعت زائد کر کے ساری نماز کو وتر بنا دیتے تھے۔

مسلم کِتَابُ الصَّلَاۃِ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھتے تھے۔ (اس لئے وہ چار کا وہی مفہوم ہے جو مَیں نے پیش کیا ہے) اور پھر آخر میں ایک رکعت پڑھ کر ان کو وتر بنا لیتے تھے۔“

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب صلاۃ اللیل مثنیٰ... حدیث نمبر: 1748)

..... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ: ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب کے قریب گھر سے مسجد تشریف لے گئے اور نوافل ادا کئے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ اگلی رات پہلے سے زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔“

یعنی تراویح کا یہ پہلو کہ امام تہجد پڑھائے یہ پہلو ہے جو مَیں سمجھتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی شروع ہوا ہے یعنی باجماعت تہجد پڑھنے کا رواج۔ سہولت کی خاطر حضرت عمرؓ نے مزدوروں وغیرہ کے لئے اس سے پہلے کر دیا، یہ الگ مسئلہ ہے لیکن باجماعت تہجد کا جہاں تک تعلق ہے اس کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی آغاز پائی۔ فرماتی ہیں نوافل ادا کئے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بتائے اور بغیر تشہیر کے نماز مسجد میں جا کر ادا کرنی پسند فرمائی۔ ہو سکتا ہے اس خیال سے کہ گھر والوں کو اتنی جلدی نماز کے لئے اٹھنے کی حاجت نہیں جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھنے کی حاجت محسوس ہوتی تھی۔

”کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، وہ شامل ہو گئے اس میں۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ اگلی رات پہلے سے زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوافل ادا کئے۔“

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا امام بنا لیا اور باوجود اس کے کہ کوئی تکبیر نہیں تھی مگر عملاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور آپ کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ وہ نوافل پڑھ رہے تھے۔

”چرچا ہونے پر تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ (واقعہ اب امام بن کر، بکثرت لوگ اکٹھے ہو چکے تھے ان کو نماز پڑھائی) چوتھی رات اتنے نمازی ہو گئے کہ مسجد میں سما ہی نہیں رہے تھے (اور بہت بڑی مسجد تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، گلیاں بھی بھر رہی تھیں نمازیوں سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہی نہیں نکلے۔ فجر پہ تشریف لائے۔ وہ لوگ ساری رات انتظار کرتے رہے یا اپنی عبادت کرتے رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلے اور نماز ادا کرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد کے بعد فرمایا مجھ پر آج رات تمہاری حالت مخفی نہ تھی۔ مَیں جانتا تھا کہ کس محبت اور شوق سے تم میرے پیچھے باجماعت نوافل ادا کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہو لیکن میں ڈرتا تھا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر میں نے تواتر سے اس طرح نفلی نمازوں میں تمہاری امامت کروائی تو بعید نہیں تھا کہ پھر اللہ تعالیٰ اسی صورت کو فرض فرما دیتا اور جب یہ فرض ہو جاتی تو تم اس سے عاجز آ جاتے۔“

پھر سمجھ آتی کہ دُور دُور سے اس طرح مسجد میں آنا اور باقاعدہ باجماعت تہجد پڑھنا یہ تم نبھا نہیں سکتے تھے۔ تو میری اس بات پر نظر تھی کہ تمہیں ایسی عادتیں ڈالوں جن کو تم عمر بھر نبھا سکو اور وقتی طور پر تھوڑی سی محنت کر کے پھر تھک نہ جاؤ۔ کہتے ہیں:

”پھر یہی طریق جاری رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔“

(صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، حدیث نمبر: 2012)

(خطبہ جمعہ 25 دسمبر 1998ء)

روزہ نہ رکھنے والے تراویح پڑھ سکتے ہیں تو ضرور پڑھیں

فرمایا:

"جن کو خدا تعالیٰ نے روزہ رکھنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا اُن کو دوسری عبادتوں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تراویح کی کیا بحث ہوئی۔ پہلے تو نماز کی بحث اٹھے گی۔ عبادتیں کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ قرآن کی تلاوت کر سکتے ہیں کہ نہیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ نہیں اور یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ ہر شخص اگر کسی پہلو میں کمزور ہے تو دیگر فرائض اُس سے جھڑ نہیں جاتے۔ ہر ایسا شخص جس میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے اگر وہ بعض دوسرے فرائض سرانجام دیتا ہے تو اس کے لئے بہتر ہے وہ پکڑ کے نیچے تو آجاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ باقی فرائض سے بھی آزاد ہو گیا کیونکہ ایک کمزوری پائی جاتی ہے بالکل غلط اور بے معنی بات ہے مگر یہ فرائض کی بحث کو چھوڑ کر نوافل کی بحث سے گزر کر تراویح میں جا بیٹھے ہیں اور تراویح بھی نوافل کی وہ قسم ہے جو ثانوی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ تہجد کے وقت نوافل پڑھا کرتے تھے..... حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد تم نوافل پڑھ لیا کرو اور باقاعدہ جماعت کے ذریعہ وہ نوافل ادا ہونے لگے۔ ان کو تراویح کہا جاتا ہے اور اس کے آخر پر وتر پڑھے جاتے تھے وجہ یہ تھی کہ ظاہر تھا کہ جو صبح نہیں اٹھ سکتا وہی تراویح پڑھے گا اور جو صبح اٹھ ہی نہیں سکتا اس نے بعد میں پھر کون سے نفل پڑھنے ہیں اس لئے ایک اور سوال بھی اٹھا ہوا ہے وہ بھی ساتھ ہی جواب میں دے دیتا ہوں کہ تراویح کے بعد نفل پڑھے جائیں یا نہیں تراویح تو نفل کی ثانوی شکل کا نام ہے اوّل نفل کی صورت وہی ہے کہ تہجد پڑھ کر رات کو اُٹھ کر نوافل ادا کیا کریہ حکم ہے۔ اوّل نمبر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کے پابند رہے ہیں اگر ایک آدمی کسی نیکی سے جاتا ہے تو جس طرح آب کے بعد تیمّم آجاتا ہے اس طرح حضرت عمرؓ نے تراویح کو تیمّم کے طور پر جاری فرمایا۔ مگر یہ شرط ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قرآن کی ہدایت کے مطابق تہجد پڑھا کرے اسکے علاوہ بے شک نوافل ادا کرے جس شخص سے رمضان کے تہجد کی ادائیگی بھی ممکن نہ ہو اگر وہ اس مجبوری کے پیش نظر رات کو تہجد کے متبادل نفل پڑھ لے تو یہ گناہ نہیں ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد وتر ہوں گے اور جب وتر ہو گئے تو وہ نوافل اپنی تکمیل کو پہنچے اور اس کے بعد پھر کسی نفل کا اس لئے سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے وہ تراویح پڑھی اس غرض کے لئے تھی کہ مجبوری ہے کہ صبح اٹھ نہیں سکتا اگر آنکھ کھل جائے تو اٹھ کھڑا ہو بعض دفعہ ڈراؤنی خواب آجاتی ہے تہجد کی عادت نہ بھی ہو تو بے چارے ساری رات کانپتے رہتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے مَیں نے کہا تھا کہ منع نہیں ہے اگر رات کو آنکھ کھلی ہے اور دل چاہتا ہے خدا کی عبادت کرنے کو تو کوئی نہیں روک سکتا اس لئے بے شک پڑھے مگر جو احسن طریق ہے جو مسنون طریق واضح اور اوّل ہے وہ مَیں نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔"

(مجلس عرفان۔ الفضل 18/ اکتوبر 2002ء صفحہ 4)

سامعین! کسی نے حضورؒ سے سوال کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ہم مسجد میں نماز تراویح پڑھتے ہیں اس کے بعد وتر باجماعت پڑھتے ہیں کیا ہمیں تہجد کی نماز کے بعد بھی وتر ادا کرنے چاہئیں؟

فرمایا:

"اگر تہجد کی نماز پڑھو تو تراویح کی کوئی ضرورت نہیں ہے تہجد بھی پڑھو اور وتر اس کے بعد خود پڑھو۔ تراویح تو محض ایک مجبوری ہے محض ان لوگوں کے لئے جن کی تہجد پہ آنکھ نہ کھل سکے۔"

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 21/ اپریل 2000ء صفحہ 4)

نفلی روزے رکھنے کے لئے تراویح پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

فرمایا:

"تراویح تو تہجد کا بدل بنا ہوا ہے اور باجماعت نفلی روزے تو نہیں رکھا کرتے۔ تراویح تو باجماعت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا تو سوال ہی نہیں۔ نفل پڑھو۔ نفلی روزے رکھو تو رات کو تہجد کے وقت نوافل پڑھو۔"

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 7/ جولائی 2000ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)